ٱلْمُرْسَلَٰت Al-Mursalat

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah takes its name from the word *wal-mursalat* in the first verse.

Period of Revelation

Its subject matter bears full evidence that it was revealed in the earliest period at Makkah. If this Surah is read together with the two Surahs preceding it, namely Al-Qiyamah and Ad-Dahr, and the two Surahs following it, namely An-Naba and An-Naziat, it becomes obvious that all these Surahs are the revelations of the same period, and they deal with one and the same theme, which has been impressed on the

people of Makkah in different ways.

Theme and Subject Matter

Its theme is to affirm the Resurrection and Hereafter and to warn the people of the consequences which will ultimately follow the denial and the affirmation of these truths.

In the first seven verses, the system of winds has been presented as an evidence of the truth that the Resurrection which is being foretold by the Quran and the Prophet Muhammad (peace be upon him) must come to pass. The reasoning is that the power of All-Mighty Allah Who established this wonderful system on the earth, cannot be helpless in bringing about the Resurrection, and the express wisdom which underlies this system bears full evidence that the Hereafter must appear, for no act of an All-Wise Creator can be vain and purposeless, and if there was no Hereafter, it would mean that the whole of one's life was useless and absurd.

The people of Makkah repeatedly asked: Bring about the Resurrection with which you threaten us; only then shall we believe in it. In verses 8-15, their demand has been answered, saying: Resurrection is no sport or fun so that whenever a jester should ask for it, it should be brought forth immediately. It is indeed the Day of Judgment to settle the account of all mankind and of all its individuals. For it Allah has fixed a specific time: it will take place at its own time, and when it takes place with all its dreads and horrors, it will confound those who are demanding it for fun today. Then their cases will be decided only on the

evidence of those Messengers whom these deniers of the truth are repudiating with impunity. Then they will themselves realize how they have been responsible for their dooms.

In verses 16-28 arguments have been given continuously for the occurrence and necessity of the Resurrection and Hereafter. In these it has been stated that man's own history, his own birth, and the structure of the earth on which he lives, bear the testimony that the coming of Resurrection and the establishment of the Hereafter are possible as well as the demand of Allah Almighty's wisdom. History tells us that the nations which denied the Hereafter ultimately became corrupted and met with destruction. This means that the Hereafter is a truth which if denied and contradicted by a nation by its conduct and attitude, will cause it to meet the same doom, which is met by a blind man who rushes headlong into an approaching train. And it also means that in the kingdom of the universe only physical laws are not at work but a moral law is also working in it, under which in this very world the process of retribution is operating. But since in the present life of the world retribution is not taking place in its complete and perfect form, the moral law of the universe necessarily demands that there should come a time when it should take its full course and all those good works and evil deeds, which could not be rewarded here or which escaped their due punishment should be fully rewarded and punished. For this, it is inevitable that there should be a second life after death. If man only considers how he takes his birth in

the world, his intellect, provided it is sound intellect, cannot deny that for the God Who began his creation from an insignificant sperm drop and developed him into a perfect man, it is certainly possible to create the same man once again. After death the particles of man's body do not disappear but continue to exist on the same earth on which he lived his whole life. It is from the resources and treasures of this very earth that he is made and nourished and then into the same treasures of the earth he is deposited. The God who caused him to emerge from the treasures of the earth, in the first instance, can also cause him to re-emerge from the same treasures after he has been restored to them at death. If one only considers the powers of Allah, he cannot deny that He can do this; and if one considers the wisdom of Allah, he also cannot deny that it is certainly the very demand of His wisdom to call man to account for the right and wrong use of the powers that He has granted him on the earth; it would rather be against wisdom to let him off without rendering an account.

Then, in verses 28-40, the fate of the deniers of the Hereafter has been depicted, and in verses 41-45 of those who affirming faith in it in their worldly life, endeavored to improve their Hereafter, and abstained from the evils of disbelief and thought, morality and deed, conduct and character which might be helpful in man's worldly life, but are certainly ruinous for his life hereafter.

In the end, the deniers of the Hereafter and those who turn away from God-worship, have been warned as if to say: Enjoy your short-lived worldly pleasure as you may, but

your end will ultimately be disastrous. The discourse concludes with the assertion that he who fails to obtain guidance from a Book like the Quran, can have no other source in the world to afford him guidance.

نام

پہلی ہی آیت کے لفظ المرسلٰت کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

اس کا پورا مضمون یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ مکۂ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کی دو سورتیں سورہ القیامہ، اور سورہ الدہر، اور اس کے بعد کی دو سورتیں، سورہ النبا اور سورہ النازعات اگر ملا کر پڑھی جائیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی دور کی نازل شدہ سورتیں ہیں اور ایک ہی مضمون ہے جس کو ان میں مختلف پیرایوں سے اہل مکہ کے ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

موضوع اور مضمون

اس کا موضوع قیامت اور آخرت کا اثبات، اور ان نتائج سے لوگوں کو خبردار کرنا ہے جو ان حقائق کے انکار اور اقرار سے آخر کار برآمد ہوں گے۔

پہلی سات آیتوں میں ہواؤں کے انتظام کو اس حقیقت پر گواہ قرار دیا گیا ہے کہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم جس قیامت کے آنے کی خبر دے رہے ہیں وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ ان میں استدلال یہ ہے کہ جس قادر مطلق نے زمین پر یہ حیرت انگیز انتظام قائم کیا ہے اس کی قدرت قیامت برپا کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتی، اور جو صریح حکمت اس انتظام میں کارفرما نظر آرہی ہے وہ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آخرت ضرور ہونی چاہیے، کیونکہ حکیم کا کوئی فعل عبث اور بے مقصد نہیں ہو سکتا، اور آخرت نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ سارا کارخانۂ ہستی سراسر فضول ہے۔

اہل مکہ بار بار کہتے تھے کہ جس قیامت سے تم ہم کو ڈرا رہے ہو اسے لا کر دکھاؤ تب ہم اسے مانیں گے۔

آیت 8 سے 15 تک ان کے اس مطالبے کا ذکر کیے بغیر اس کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ کوئی کھیل یا تماشا نہیں ہے کہ جب کوئی مسخرا اسے دکھانے کا مطالبہ کرے اسی وقت وہ فوراً دکھا دیا جائے۔ وہ تو تمام نوع انسانی، اور اس کے تمام افراد کے مقدمے کے فیصلے کا دن ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اسی وقت پر وہ آئے گا اور جب آئے گا تو ایسی ہولناک شکل میں آئے گا کہ آج جو لوگ مذاق کے طور پر اس کا مطالبہ کر رہے ہیں اس وقت ان کے حواس باختہ ہو جائیں گے۔ اس وقت انہی رسولوں کی شہادتوں پر ان کے مقدمے کا فیصلہ ہوگا جن کی دی ہوئی خبر کو یہ منکرین آج بڑی بے باکی کے ساتھ جھٹلا رہے ہیں، پھر انہیں خود پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے کسطرح خود اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان کیا ہے۔

آیت 16 سے 28 تک مسلسل قیامت اور آخرت کے وقوع اور وجوب کے دلائل دیے گئے ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی اپنی تاریخ، اس کی اپنی پیدائش، اور جس زمین پر وہ زندگی بسر کر رہا ہے اس کی اپنی ساخت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ قیامت کا آنا اور عالم آخرت کا برپا ہونا ممکن بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا بھی۔ انسانی تاریخ بتا رہی ہے کہ جن قوموں نے بھی آخرت کا انکار کیا وہ آخر کار بگڑیں اور تباہی سے دوچار ہوئیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی قوم کا رویہ اگر متصادم ہو تو اس کا انجام وہی ہوتا ہے جو اس اندھے کا انجام ہوتا ہے جو سامنے آتی ہوئی گاڑی کے مقابلے میں بگ ٹٹ چلا جا رہا ہو اور اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ کائنات کی سلطنت میں صرف قوانین طبیعی (Physical laws) ہی کارفرما نہیں ہیں بلکہ ایک قانون اخلاقی (Moral law) بھی کام کر رہا ہے جس کے تحت خود اس دنیا میں بھی مکافات عمل کا سلسلہ جاری ہے لیکن دنیا کی موجودہ زندگی میں یہ مکافات چونکہ اپنی کامل و مکمل صورت میں واقع نہیں ہو رہے ہیں اس لیے کائنات کا اخلاقی قانون لازماً یہ تقاضا کرتا ہے کہ کوئی وقت ایسا آئے جب یہ بھرپور طریقے سے واقع ہو اور ان تمام بھلائیوں اور برائیوں کی پوری جزا و سزا دی جائے جو یہاں جزا سے محروم رہ گئی ہیں یا سزا سے بچ نکلی ہیں۔ اس کے لیے ناگزیر ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ہو، اور انسان کی پیدائش دنیا میں جس طرح ہوتی ہے اس پر اگر انسان غور کرے تو اس کی عقل -بشرطیکہ وہ سلیم ہو— اس بات کو ماننے سے انکار نہیں کر سکتی کہ جس خدا نے ایک حقیر نطفہ

سے ابتداء کر کے اسے پورا آدمی بنایا ہے اس کے لیے اسی آدمی کو پھر پیدا کر دینا یقیناً ممکن ہے۔ زندگی بھر انسان جس زمین پر رہتا ہے، مرنے کے بعد اس کے اجزائے جسم کہیں غائب نہیں ہو جاتے، اسی زمین پر ان کا ایک ایک ذرہ موجود رہتا ہے۔ اسی زمین کے خزانوں سے وہ بنتا اور پھلتا پھولتا اور پرورش پاتا ہے، اور پھر اسی زمین کے خزانوں میں واپس جمع ہو جاتا ہے۔ جس خدا نے اسے پہلے زمین کے ان خزانوں سے نکالا تھا وہی ان میں جمع ہو جانے کے بعد اسے پھر ان سے نکال لا سکتا ہے۔ اس کی قدرت پر غور کرو تو تم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کی حکمت پر غور کرو تو تم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ زمین پر جو اختیارات اس نے تمہیں دیے ہیں ان کے صحیح اور غلط استعمال کا حساب لینا یقیناً اس کی حکمت کا تقاضا ہے اور بلا حساب چھوڑ دینا سراسر حکمت کے خلاف ہے۔

اس کے بعد آیات 28 سے 40 تک آخرت کے منکرین کا، اور 41 سے 45 تک ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے جنھوں نے اس پر ایمان لا کر دنیا میں اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش کی ہے، اور عقائد و افکار، اخلاق و اعمال، اور سیرت و کردار کی ان برائیوں سے اجتناب کیا ہے جو چاہے آدمی کی دنیا بناتی ہوں مگر اس کی عاقبت خراب کر دینے والی ہوں۔

آخرت میں منکرین آخرت اور خدا کی بندگی سے منہ موڑنے والوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں جو کچھ مزے اڑانے ہیں اڑا لو آخر کار تمہارا انجام سخت تباہ کن ہوگا اور بات اس پر ختم کی گئی ہے کہ اس قرآن سے بھی جو شخص ہدایت نہ پائے اسے پھر دنیا میں کوئی چیز ہدایت نہیں دے سکتی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.
وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾	قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو چلائی جاتی ہیں سج سج۔	1. By those (winds) which are sent forth in succession.
فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾	پھر چلتی ہیں زور پکڑ کر۔	2. Which then blow violently.

3. And scatter (the clouds) by lifting them.	اور پھیلاتی ہیں (بادلوں کو) ابھار کر ۔	وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿۳﴾
4. Then split (them) asunder.	پھر جدا کر دیتی ہیں (انکو) پھاڑ کر ۔	فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾
5. Then infuse (hearts with) the remembrance (of Allah).	پھر ڈالتی ہیں (دلوں میں) یاد (اللہ) کی ۔	فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾
6. As an excuse or as a warning. *1	عذر دور کرنے یا ڈرانے کو ۔ *1	عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾

*1 That is, sometimes the failure of winds causes the people to be alarmed at the prospect of a famine, and they turn to Allah to repent of their sins. Sometimes they bring a lot of rain and the people turn to Allah in gratitude, and sometimes their blowing violently causes dread in the hearts and the people turn to Allah from fear of destruction. In these verses initially the order of rain-bringing winds has been stated, which is thus: first, winds start blowing in succession; then they assume the proportions of a storm; then they raise the clouds and spread them; then they split and separate them. After this, instead of making mention of the rainfall, it is said that the winds infuse the hearts with the remembrance of Allah, as an excuse or as a warning. That is, it is an occasion when either because of fear man is compelled to remember Allah, or else he confesses his errors and invokes Allah to protect and save him from ruin and bless him with rain. If it has not rained for a long time, and the people are thirsty for rain, even the most hardened

disbeliever sometimes begins to remember God when he sees the winds blowing and the clouds advancing. The drought's being mild and severe makes the difference. In case the drought is mild, the common man who is not far from Allah, will remember Him, but others will offer scientific explanations, saying that there was no cause for anxiety: it did not rain because of such and such a cause and it would be weak-mindedness to start praying to God on such an ordinary thing. However, if the drought is unusually prolonged, and the whole country is faced with a calamitous situation, even the confirmed disbelievers begin to remember God. If they feel shy to use their tongue, in their hearts they feel penitent on their wrongdoing and ingratitude and pray to God to cause rain throughout the country from the winds which are raising the clouds. This is infusion of God's remembrance in the hearts as an excuse. As for its infusion as a warning, it happens when the wind develops into a cyclone and destroys settlement after settlement or it rains so heavily as to cause a deluge. In such a state even a confirmed atheist starts imploring God out of awe for Him, and then all scientific explanations of the cyclone or deluge evaporate from his mind. Thus, after describing the blowing of winds in their succession to say that they infuse the hearts with Allah's remembrance as an excuse or as a warning, is meant to impress the truth that the system working in the world keeps on reminding man that everything on the earth has not been placed under his control but there is a Supreme Power above him, which rules his destiny. That Power is so supreme and mighty that

it can use the elements for the sustenance and nourishment of man when it so wills and can use the same elements for his destruction when it so wills.

After this the same system of winds has been proffered as an argument to prove that the Resurrection which is being promised to man, must come to pass. Now, let us see how this system testifies to this truth.

Man generally is perplexed in the case of Resurrection and the Hereafter at two questions. First: is the occurrence of Resurrection possible? Second: what is its need and necessity? And then being perplexed at these questions, he starts entertaining doubts whether it will at all occur or not, or whether it was only a figment of the imagination. In this connection, the Quran has at some places reasoned out and proved its possibility, its necessity and occurrence from the system of the universe, and at others adopted another mode of reasoning: oaths have been sworn by some of the countless signs of God's kingdom and it has been asserted that it shall surely come to pass. This mode of reasoning contains arguments for its possibility as well as arguments for its necessity and arguments for its occurrence. Here, adopting the same mode of reasoning only the system of the circulation of winds and rainfall has been presented as a sign of the truth that it is a regular system, which has been established by the design of an All-Wise, All-Mighty Sovereign; it is not a chance occurrence, as a result of which a system might have been generated in the atmosphere of the earth that vapors should arise from the seas, winds should carry them and gather them into clouds,

then split and separate them into pieces and transport them to different parts of the earth and then should cause them to fall as rain. This system has not been devised accidentally by some blind and deaf nature, but it is a well-considered and well-designed plan, which is functioning regularly according to a law. That is why it never so happens that the heat of the sun should produce ice on the surface of the sea instead of vapors, but the sun always raises only vapors from the sea. It never so happens that the monsoons should blow in the reverse order and suppress vapors into the sea but they always raise them up into the atmosphere. It never so happens that the formation of clouds should cease, or the winds should stop to carry them to dry lands or the falling of rain on the earth should discontinue. The same law has been at work since millions and millions of years under which this system is functioning. Had it not been so our coming into existence on the earth and survival here would not be possible.

In this system one finds a clear purpose and the working of a regular law. One can clearly see that on the earth the life of man, animal and vegetation deeply relates to the winds and rainfall, and this arrangement testifies that water has been provided to bring animate life into existence and keep it alive precisely according to their requirements and a law. This purpose and regularity is not found only in this aspect but in the entire system of the universe, and man's whole scientific progress is based on it. About every thing man tries to find out what is its purpose and on what principle it works. Then as he goes on gaining insight into the purposes

of the creation of different things and the principles on which they work, he goes on devising new and ever new methods of their use and making new inventions for the progress of his civilization. Had there been no such concept in the mind of man naturally that the world is a meaningful world and everything in it is working on a principle, he would never have entertained the question about anything as to what was its purpose and how it could be put to use.

Now, when this world and everything in it has meaning, and if there is a law working in this world and in everything it contains, and if it has been functioning with the same purpose and regularity since millions and millions of years, then a stubborn person only could refuse to accept that an All-Knowing, All-Mighty God has made it, and about that God it would be foolish to assume that although He could make and cause it to function but cannot break it, and after breaking it, cannot reconstruct it in any other form if He so wills. The concept about matter that it is imperishable was the chief support of the ignorant atheist of the past, but the progress of knowledge has proved it also false. Now it is an acknowledged scientific fact that matter can change into energy and energy into matter. Therefore, it is perfectly according to knowledge and reason that this material world will last only as long as the Living and Eternal God sustains it. As soon as He wills to change it into energy, He can change it by a simple command and His one command is enough to re-create it into any other material form and shape He wills.

This much then about the possibility of the Resurrection,

which cannot now be rejected by any scientific and rational argument. As for the question that it must take place so that man is rewarded for his good works and punished for his evil deeds, the person who acknowledges man's moral responsibility and also believes that rewarding the good services and punishing the crimes is the necessary demand of this moral responsibility, cannot but admit that there must be the Hereafter. There is no law or government in the world, which can punish every crime and reward every good act. To say that the prick of the conscience is a sufficient punishment for the culprit and the satisfaction of the conscience is sufficient reward for the doer of good is no more than meaningless philosophizing. The question is: How and when did the conscience of the person who killed an innocent man and then himself died in an accident immediately after it helped him? And when did the conscience of the man who went to fight for the sake of truth and justice and fell a victim to a bomb blast suddenly, have the satisfaction that he had laid down his life for a good cause? Thus, the truth is that the pretences invented to avoid the belief in the Hereafter are all meaningless. Man's intellect wants, his nature requires, that there should be justice, but in the present life of the world it is not possible to have full and perfect justice. Justice can be had only in the Hereafter and only under the judgment and command of the All-Knowing, Omnipotent God. Denial of the necessity of the Hereafter is, in fact, denial of the necessity of justice.

Intellect can go only so far as to convince man that the

Hereafter is possible and it should come about. As for the truth that it will surely come about, the knowledge of it can be obtained only through revelation, and revelation has given us the news that that which you are being promised must happen. We cannot attain this knowledge by intellectual reasoning; however, we can attain the certainty of its being true on the basis that the thing of which we are being informed by revelation is both possible and necessary.

1* یعنی کبھی تو ان کی آمد کے رُکنے اور قحط کا خطرہ پیدا ہونے سے دل گداز ہوتے ہیں اور لوگ اللہ سے توبہ و استغفار کرنے لگتے ہیں۔ کبھی اُن کے باران رحمت لانے پر لوگ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور کبھی ان کی طوفانی سختی دلوں میں خوف پیدا کرتی ہے اور تباہی کے ڈر سے لوگ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔(نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر۳۔ صفحہ ۵۷۹۔ ضمیمہ نمبر ۳ ۔بسلسلۂ المرسلات حاشیہ ۱)

ان آیات میں ابتداءً بارش لانے والی ہواؤں کی ترتیب بیان کی گئی ہے کہ پہلے پے در پے ہوائیں چلنی شروع ہوتی ہیں، پھر آندھی کی شکل اختیار کرلیتی ہیں، پھر بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں، پھر انہیں پھاڑ کر جدا کرتی ہیں۔ اس کے بعد بارش کے نزول کا ذکر کرنے کے بجائے یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی یاد دلوں میں ڈالتی ہیں عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر، یعنی وہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں یا تو خوف پیدا ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ اللہ کو یاد کرنے پر مجبور ہوتا ہے،یا پھر آدمی اپنے قصوروں کا اعتراف کرکے دعا کرتا ہے کہ اللہ اسے تباہی سے بچالے اور اس پر رحم کرکے بارانِ رحمت سے اس کو نوازدے۔ اگر ایک مدت تک بارش نہ ہوئی ہو اور لوگ پانی کے قطرے قطرے کو ترس رہے ہوں تو اس موقع پر آندھیوں کو چلتے اور بادلوں کو آتے دیکھ کر بعض اوقات کٹّر سے کٹّر کافر بھی خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ فرق اگر کچھ پڑتا ہے تو صرف اس سے کہ قحط ہلکا ہے یا سخت۔ معمولی قحط ہو تو عام آدمی جو اللہ تعالی سے زیادہ دور نہیں ہے وہ اس کو یاد کرے گا، لیکن دوسرے لوگ سائنس بگھاریں گے اور کہیں گے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ فلاں فلاں اسباب سے

بارش نہیں ہورہی ہے، اتنی سی بات پر دعائیں مانگنے لگنا ضعیف الاعتقادی ہے۔ البتہ اگر طویل مدت تک قحط برپا رہے اور پورا ملک تباہی سے دوچار ہوجائے تو بڑے بڑے کافروں کو خدا یاد آنے لگتا ہے، زبان سے کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہو تو دل میں وہ اپنی گناہ گاریوں اور ناشکریوں پر ندامت محسوس کرتے ہیں اور خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ جو ہوائیں بادل اٹھا کر لا رہی ہیں ان سے پورے ملک میں بارش ہوجائے۔ یہ عذر کے طور پر دلوں میں خدا کی یاد کا القاء۔ رہا نذر (ڈراوے) کے طور پر اس کا القاء تو یہ اس وقت ہوتا ہے جب آندھی بڑھتے بڑھتے طوفان عظیم بن جائے اور بستیوں کی بستیاں تباہ کرتی چلی جائے، یا بارش اس قدر زوردار ہو کہ سیلاب بلا بن جائے۔ ایسی حالت میں مضبوط سے مضبوط دل کا منکر بھی خوف کے مارے خدا کے آگے گڑگڑانے لگتا ہے اور اس وقت طوفان یا سیلاب کی ساری سائنٹفک توجیہات اس کے نہاں خانۂ دماغ سے فرار ہوجاتی ہیں۔ پس ہواؤں کے چلنے کی اس ترتیب کو بیان کرنے کے بعد یہ کہنا کہ یہ ہوائیں عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر اللہ کی یاد دلوں میں ڈالتی ہیں، گویا دوسرے الفاظ میں یا کہنا کہ یہ سارا نظام جو دنیا میں چل رہا ہے انسان کو اس حقیقت سے خبردار کرتا رہتا ہے کہ اس زمین پر سب کچھ اسی کے اختیار میں نہیں دے دیا گیا ہے بلکہ اوپر کوئی بالاتر طاقت موجود ہے جو اس کی قسمت پر حکمرانی کر رہی ہے۔ اس کا اقتدار اتنا زبردست ہے کہ جب چاہے وہ عناصر کو انسان کی پرورش کے لیے استعمال کرسکتی ہے اور جب چاہے انہی عناصر سے تباہی کا کام لے سکتی ہے۔

اس کے بعد ہواؤں کے اسی نظام کو اس بات کی دلیل قرار دیا گیا ہے کہ وہ قیامت جس کے برپا ہونے کا وعدہ تم سے کیا جارہا ہے، ضرور واقع ہونے والی ہے اب دیکھنا چاہیے کہ یہ نظام اس پر کیسے گواہی دے رہا ہے۔ انسان بالعموم قیامت اور آخرت کے معاملہ میں دو سوالات پر الجھتا ہے۔ ایک یہ کہ ایسا ہونا ممکن بھی ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اس کی ضرورت کیا ہے؟ اور پھر انہی سوالات میں الجھتے ہوئے اسے یہ شک لاحق ہوجاتا ہے کہ وہ آئے گی بھی یا نہیں، یا یہ محض ایک افسانہ ہے؟ اس پر قرآن میں جگہ جگہ کائنات کے نظام سے استدلال کرتے ہوئے اس کا امکان، اس کا وجوب اور اس کا وقوع ثابت کیا گیا ہے، اور کہیں یہ استدلال اس طرز پر کیا گیا ہے کہ خدا کی خدائی کے بے شمار آثار میں سے بعض کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ وہ آنے والی

ہے۔ اس طریق استدلال میں اس کے امکان کے دلائل بھی آجاتے ہیں، وجوب کے دلائل بھی اور وقوع کے دلائل بھی۔

یہاں استدلال کا یہی طریقہ اختیار کرتے ہوئے صرف ہواؤں کی گردش اور بارشوں کی آمد کے نظام کو اس امر کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ یہ ایک باقاعدہ نظام ہے جو کسی حکیم اور قادر مطلق کی تدبیر سے قائم ہوا ہے،کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے جس سے زمین کی فضا میں خود بخود یہ طریقہ چل پڑا ہو کہ یوں سمندروں سے بھاپیں اٹھیں، یوں ہوائیں ان کو لے کر چلیں، یوں وہ ان کو سمیٹ کر بادل بنائیں، پھر یوں وہ ان کو مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے زمین کے مختلف حصوں پر پہنچائیں، اور یوں ان سے جگہ جگہ بارش ہو۔ یہ نظام ایک اندھی بہری فطرت نے کسی اندھیر نگری میں اتفاقاً نہیں بنا دیا ہے، بلکہ یہ ایک سوچا سمجھا اور جچا تلا منصوبہ ہے جو پوری باقاعدگی کے ساتھ ایک قانون کے مطابق چل رہا ہے۔ اسی لیے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ سمندر پر سورج کی گرمی پہنچنے سے بھاپیں اٹھنے کے بجائے برف جم جائے بلکہ ہمیشہ دھوپ کی حرارت سے بھاپیں ہی اٹھتی ہیں۔ کبھی موسمی ہوائیں الٹی چال نہیں چلتیں کہ بھاپوں کو اٹھانے کے بجائے سمندر میں دبا دیں بلکہ وہ ہمیشہ ان کو اوپر ہی اٹھاتی ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ بادلوں کا بننا بند ہو جائے، ہوائیں ان کو لے کر خشک علاقوں کی طرف چلنا چھوڑ بیٹھیں، اور خشکی پر بارشوں کے نزول کا سلسلہ رک جائے۔ کروڑوں سال سے ایک ہی قاعدہ ہے جس پر یہ نظام مسلسل چل رہا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس زمین پر آپ کا وجود میں آنا اور جینا ممکن نہ ہوتا۔

اس نظام میں آپ ایک کھلی ہوئی مقصدیت اور ایک باضابطہ قانون کی کارفرمائی پاتے ہیں۔ آپ کو علانیہ نظر آرہا ہے کہ زمین پر انسان، حیوان اور نباتات کی زندگی کا نہایت گہرا تعلق ان ہواؤں اور ان بارشوں سے ہے، اور یہ انتظام اس امر کی کھلی گواہی دے رہا ہے کہ پانی کی یہ فراہمی ذی حیات مخلوق کو وجود میں لانے اور زندہ رکھنے کے لیے ٹھیک اس کی ضروریات کے مطابق اور ایک قانون کے مطابق کی گئی ہے۔ یہ مقصدیت اور باقاعدگی صرف اسی ایک معاملہ میں نہیں بلکہ کائنات کے پورے نظام میں پائی جاتی ہے اور انسان کی ساری سائنٹفک ترقی اس پر مبنی ہے۔ایک ایک چیز کے متعلق آپ یہ معلوم کرتے ہیں کہ وہ کس

غرض کے لیے ہے اور کس قاعدے پر کام کرتی ہے، پھر جن جن چیزوں کے بارے میں جتنا جتنا آپ کو یہ معلوم ہوتا جاتا ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے اور ان میں کام کرنے والے قوانین کیا ہیں اسی قدر آپ ان کے استعمال کے نئے نئے طریقے نکالتے چلے جاتے ہیں اور نئی نئی ایجادیں کر کے اپنے تمدن کو ترقی دیتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کے ذہن میں اگر فطری طور پر یہ تصور موجود نہ ہوتا کہ یہ دنیا ایک بامقصد دنیا ہے اور اس کے اندر ہر چیز ایک قانون پر کام کر رہی ہے تو آپ کے دماغ میں سرے سے کسی چیز کے متعلق یہ سوال پیدا نہ ہوتا کہ یہ کس غرض کے لیے ہے اور اس سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے۔

اب اگر یہ دنیا اور اس کی ایک ایک چیز بامقصد ہے اور اگر اس دنیا اور اس کی ہر چیز میں ایک قانون کارفرما ہے، اور اگر یہ اربوں سال سے پیہم اسی مقصدیت اور باضابطگی کے ساتھ چل رہی ہے، تو صرف ایک ضدی انسان ہی یہ ماننے سے انکار کرسکتا ہے کہ ایک علیم و حکیم اور قادر مطلق خدا نے اسے بنایا ہے اور اس خدا کے متعلق یہ خیال کرنا سراسر ایک احمقانہ بات ہے کہ وہ اسے بنا اور چلا تو سکتا ہے مگر توڑ نہیں سکتا اور توڑ کر پھر کسی اور شکل میں بنانا چاہے تو نہیں بنا سکتا۔ مادے کے متعلق یہ تصور کہ وہ غیر فانی ہے قدیم زمانے کے جاہل دہریوں کا بہت بڑا سہارا تھا، مگر علم کی ترقی نے اسے بھی باطل ثابت کر دیا ہے۔ اب یہ حقیقت علمی مسلمات میں سے ہے کہ مادہ قوت (energy) میں تبدیل ہوسکتا ہے اور قوت مادے کی شکل اختیار کرسکتی ہے۔ اس لیے یہ بات سراسر علم اور عقل کے مطابق ہے کہ خدائے حیّ قیوم جب تک اس مادی دنیا کو قائم رکھے ہوئے ہے اسی وقت تک یہ قائم ہے۔ جونہی وہ اسے قوت میں تبدیل کرنا چاہے صرف ایک اشارے سے تبدیل کرسکتا ہے۔ اور اسکا صرف ایک اشارہ ہی اس کے لیے بھی کافی ہے کہ یہ دوبارہ ایک دوسری مادی شکل میں پیدا ہوجائے۔

یہ تو ہے قیامت کے امکان کا معاملہ جسے اب کسی علمی و عقلی دلیل سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ اب رہا یہ سوال کہ اس کو ضرور واقع ہونا چاہیے تاکہ انسان کو اس کے اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا ملے۔ تو جو شخص انسان کی اخلاقی ذمہ داری کا قائل ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ حسن خدمت کا انعام اور جرم کی سزا اس اخلاقی ذمہ داری کا لازمی تقاضا ہے اس کے لیے یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ آخرت ضرور

ہونی چاہیے۔ دنیا میں معاشرہ اور ریاست کا کوئی نظام ایسا نہیں ہے جو ہر جرم کی سزا اور ہر حسن عمل کا انعام دے سکتا ہو۔ یہ کہنا کہ مجرم کے لیے اس کے ضمیر کی ملامت ہی کافی سزا اور محسن کے لیے اس کے ضمیر کا اطمینان ہی کافی جزا ہے۔ ایک بے معنی فلسفہ طرازی کے سوا کچھ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص نے کسی بے گناہ کو قتل کیا اور اس کے بعد فوراً ہی وہ کسی حادثے سے دوچار ہوکر مرگیا، اس کے لیے ضمیر کو کب اتنی مہلت ملی کہ وہ اسے ملامت کرتا؟ اور جو شخص حق اور انصاف کی خاطر لڑائی پر گیا اور وہاں اچانک ایک بم پڑنے سے اس کے پرخچے اڑگئے۔ اس کے ضمیر کو یہ اطمینان حاصل ہونے کا موقع کب ملا کہ اس نے ایک اچھے مقصد کے لیے جان دی ہے؟ پس حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے عقیدے سے فرار کے لیے جتنے بہانے تراشے جاتے ہیں وہ سب بے معنی ہیں۔ انسان کی عقل چاہتی ہے، اس کی فطرت چاہتی ہے کہ انصاف ہو۔ مگر دنیا کی موجودہ زندگی میں انصاف، اور وہ بھی ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا انصاف ممکن نہیں ہے۔ وہ اگر ہو سکتا ہے تو آخرت ہی میں ہوسکتا ہے اور خدائے علیم و خبیر ہی کے حکم سے ہوسکتا ہے۔ آخرت کی ضرورت کا انکار دراصل انصاف کی ضرورت کا انکار ہے۔

عقل اسی حد تک انسان کو لے جا سکتی ہے کہ آخرت ممکن ہے اور اس کو ہونا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ وہ یقیناً ہوگی، اسکا "علم" صرف وحی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے، اور وحی نے یہ بتادیا ہے کہ "جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے"۔ اس علم تک ہم عقلی استدلال سے نہیں پہنچ سکتے۔ البتہ اس کے برحق ہونے کا یقین ہمیں اس بنا پر حاصل ہوتا ہے کہ جس بات کی خبر وحی دے رہی ہے وہ ممکن بھی ہے اور اس کو ضرور ہونا بھی چاہیے۔

7. Indeed, that you are being promised, *2 must come to pass. *3	بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے *2 وہ ضرور ہوکر رہے گا۔ *3	اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ ﴿۷﴾

*2 Another meaning can be: That which you are being threatened with, i.e. the Resurrection and Hereafter.

*2 دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "جس چیز کا تمہیں خوف دلایا جارہا ہے"۔اس سے مراد ہے قیامت اور آخرت۔

***3 Here an oath has been sworn by five things on the inevitability of the Resurrection:**

(1) Those which are sent forth in succession, or for a good cause.

(2) Those which blow violently and tempestuously.

(3) Those which disperse and scatter.

(4) "those which split and separate;" and

(5) Those which inspire the remembrance. As these words only describe the characteristics and it has not been specified what thing or things they qualify, this has given rise to a difference of opinion among the commentators as to whether these are the qualities of one particular thing or of different things and what the thing or things are? One group of them says that all the five are qualify the winds; the second group says that all the five imply the angels; the third group says that the first three imply the winds and the remaining two the angels; the fourth says that the first two imply the winds and the other three the angels; another group has opined that the first quality implies the angels of mercy, the second the angels of punishment and the remaining three imply the verses of the Quran.

In our opinion, the first thing worthy of consideration is that when five characteristic have been mentioned continuously in one and the same context and there is no indication to show as to what has been qualified up to a certain point and wherefrom has the qualification of another thing begun, it cannot be correct, on the basis of a

baseless conjecture, to understand that in these verses oaths have been sworn by two or three different things. Rather in this case the continuity of the subject by itself requires that the whole passage be regarded as related to the characteristics of one and the same thing. Secondly, wherever in the Quran an oath bas been sworn by a certain thing or things in order to convince the doubters or deniers of an unseen truth, there the oath stands for an argument or reasoning which is meant to tell that the thing or things point to the truth's being right and correct. For this purpose obviously it cannot be correct to present one imperceptible thing as an argument for another imperceptible thing; for, only a perceptible thing can be presented as an argument for an imperceptible thing. Hence in our opinion the correct explanation is that it implies the winds and the explanation of the people who interpret the five things to mean the angels cannot be acceptable, for the angels are as imperceptible as is the occurrence of the Resurrection.

Now, let us consider as to how these different states of winds point to the occurrence of the Resurrection. One of the most important factor which has made animal and vegetable life possible on the earth is the air. The relationship its qualities bear with every kind of life testify that there is an All-Powerful, All-Wise Creator, Who willed to create life on this earth and for this purpose created here a thing whose qualities exactly and precisely correspond to the requirements of the existence of living beings. Then, He did not only wrap up the earth in the air and left it alone,

but by His power and wisdom characterized this air with countless different states, which are being regulated since millions and millions of years in such a way that they cause the change of seasons and weather: sometimes it is close and sometimes a soft breeze blows; sometimes it is hot and sometimes cold; sometimes it brings clouds and sometimes it drives away clouds; sometimes it causes pleasant gusts to blow and sometimes disastrous windstorms; sometimes it brings beneficial rains and sometimes there is drought; in short, there are different kinds of winds which blow in their own time, and every kind serves one or the other purpose. This arrangement is the proof of a dominant Power, for which neither it can be impossible to bring life into existence, nor to obliterate it, nor to re-create it after having annihilated it. Likewise, this arrangement is also a proof of a supreme wisdom about which only a foolish man could think that all this was being done for fun, without any higher object in view. As against this wonderful system man is so helpless that he can neither cause a favorable wind to blow for himself, nor can prevent a disastrous cyclone from blowing on himself. However shameless, obstinate and stubborn he may be, the wind does at one time or another remind him that a Mighty Sovereign is ruling over him, Who can turn this principal means of his life into a cause of blessing for him or into a cause of ruin for him whenever He so likes, and man does not have the power to prevent or avert any of His decisions. (For further explanation, see E.N. 7 of Surah Al-Jathiyah; E.Ns 1 to 4 of Surah Adh-Dhariyat).

*3 یہاں قیامت کے ضرور واقع ہونے پر پانچ چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ ایک اَلْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا" پے در پے، یا بھلائی کے طور پر بھیجی جانے والیاں"۔ دوسرے۔ العَاصِفَاتِ عَصْفًا۔ "بہت تیزی اور شدّت کے ساتھ چلنے والیاں"۔ تیسرے، اَلنَّا شِرَاتِ نَشْرًا۔" خوب پھیلانے والیاں"۔ چوتھے، آلفَارِقَاتِ فَرْقًا۔ "الگ الگ کرنے والیاں"۔ پانچویں، اَلْمُلْقِیَاتِ ذِکْرًا۔" یاد کا اِلقا کرنے والیاں"۔ چونکہ اِن الفاظ میں صرف صفات بیان کی گئی ہیں، اور یہ صراحت نہیں کی گئی ہے کہ یہ کس چیز یا کن چیزوں کی صفات ہیں، اس لیے مفسرین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ پانچوں صفات ایک ہی چیز کی ہیں، یا الگ الگ چیزوں کی، اور وہ چیز یا چیزیں کیا ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ دوسرا کہتا ہے پانچوں سے مراد فرشتے ہیں۔ تیسرا کہتا ہے پہلے تین سے مراد ہوائیں ہیں اور باقی دو سے مراد فرشتے۔ چوتھا کہتا ہے کہ پہلے دو سے مراد ہوائیں اور باقی تین سے مراد فرشتے ہیں۔ اور ایک گروہ کی رائے یہ بھی ہے کہ پہلے سے مراد ملائکہ رحمت، دوسرے سے مراد ملائکہ عذاب اور باقی تین سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں۔ ہمارے نزدیک پہلی بات تو قابلِ غور ہے جب ایک ہی سلسلہ کلام میں پانچ صفات کا مسلسل ذکر کیا گیا ہے اور کوئی علامت بیچ میں ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ کہاں تک ایک چیز کی صفات کا ذکر ہے اور کہاں سے دوسری چیز کی صفات کا ذکر شروع ہوا ہے تو یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ محض کسی بے بنیاد قیاس کی بنا پر ہم یہ سمجھ لیں کہ یہاں دو یا تین مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں، بلکہ اس صورت میں نظمِ کلام خود اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پوری عبارت کو کسی ایک ہی چیز کی صفات سے متعلق مانا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی شک یا انکار کرنے والوں کو کسی حقیقتِ غیر محسوس کا یقین دلانے کے لیے کسی چیز، یا بعض چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہاں قسم دراصل استدلال کی ہم معنی ہوتی ہے ،یعنی اس سے مقصود یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ چیز یا چیزیں اس حقیقت کے صحیح و برحق ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ اس غرض کے لیے ظاہر ہے کہ ایک غیر محسوس شے کے حق میں کسی دوسری غیر محسوس شے کو بطورِ استدلال پیش کرنا درست نہیں ہو سکتا، بلکہ غیر محسوس پر محسوس سے دلیل لانا ہی موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہماری رائے میں صحیح تفسیر یہی ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہیں، اور ان لوگوں کی تفسیر قابلِ

قبول نہیں ہیں جنہوں نے ان پانچوں چیزوں سے مراد فرشتے لیے ہیں، کیونکہ وہ بھی اسی طرح غیر محسوس ہیں جس طرح قیامت کا وقوع غیر محسوس ہے۔

اب غور کیجیے کہ قیامت کے وقوع پر ہواؤں کی یہ کیفیات کس طرح دلالت کرتی ہیں۔ زمین پر جن اسباب سے حیوانی اور نباتی زندگی ممکن ہوئی ہے ان میں سے ایک نہایت اہم سبب ہوا ہے۔ ہر نوع کی زندگی سے اس کی صفات کا جو تعلق ہے وہ بجائے خود اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ کوئی قادرِ مطلق اور صانع حکیم ہے جس نے اس کرہ خاکی پر زندگی کو وجود میں لانے کا ارادہ کیا اور اس غرض کے لیے یہاں ایک ایسی چیز پیدا کی جس کی صفات زندہ مخلوقات کے وجود کی ضروریات کے ساتھ ٹھیک مطابقت رکھتی ہیں۔ پھر اس نے صرف اتنا ہی نہیں کیا ہے کہ زمین کو ہوا کا ایک لبادہ اوڑھا کر چھوڑ دیا ہو، بلکہ اپنی قدرت اور حکمت سے اس ہوا میں اس نے بے شمار مختلف کیفیات پیدا کی ہیں جن کا انتظام لاکھوں کروڑوں برس سے اس طرح ہو رہا ہے کہ انہی کی بدولت موسم پیدا ہوتے ہیں، کبھی حبس ہوتا ہے اور کبھی بادِ نسیم چلتی ہے، کبھی گرمی آتی ہے اور کبھی سردی، کبھی بادل آتے ہیں اور کبھی آتے ہوئے اڑ جاتے ہیں، کبھی نہایت خوشگوار جھونکے چلتے ہیں اور کبھی انتہائی تباہ کن طوفان آجاتے ہیں، کبھی نہایت نفع بخش بارش ہوتی ہے اور کبھی کال پڑجاتا ہے۔ غرض ایک ہوا نہیں بلکہ طرح طرح کی ہوائیں ہیں جو اپنے اپنے وقت پر چلتی ہیں اور ہر ہوا کسی نہ کسی مقصد کو پورا کرتی ہیں۔ یہ انتظام ایک غالب قدرت کا ثبوت ہے جس کے لیے نہ زندگی کو وجود میں لانا خارج از امکان ہوسکتا ہے، نہ اسے مٹا دینا، اور نہ مٹا کر دوبارہ وجود میں لے آنا۔ اسی طرح یہ انتظام کمال درجہ حکمت و دانائی کا ثبوت بھی ہے، جس سے صرف ایک نادان آدمی ہی یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ یہ سارا کاروبار محض کھیل کے طور پر کیا جا رہا ہو اور اس کا کوئی عظیم تر مقصد نہ ہو۔ اس حیرت انگیز انتظام کے مقابلے میں انسان اتنا بے بس ہے کہ کبھی وہ نہ اپنے لیے مفید طلب ہوا چلا سکتا ہے نہ اپنے اوپر ہلاکت خیز ہوا کا طوفان آنے کو روک سکتا ہے۔ وہ خواہ کتنی ہی ڈھٹائی اور بے شعوری اور ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لے، کبھی نہ کبھی یہی ہوا اس کو یاد دلا دیتی ہے کہ اوپر کوئی زبردست اقتدار کارفرما ہے جو زندگی کے اس سب سے بڑے ذریعہ کو جب چاہے اس کے لیے رحمت اور جب چاہے ہلاکت کا سبب بنا سکتا ہے، اور انسان اس کے کسی فیصلے کو بھی

روک دینے کی طاقت نہیں رکھتا ۔)مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم، الجاثیہ، حاشیہ،۷۔ حواشی ۱تا۴)۔

فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿۸﴾	پس جب تارے ماند پڑ جائیں ۔ *4	8. Then, when the stars lose their lights. *4

*4 That is, when they lose their light and luster.

4*یعنی بے نور ہو جائیں گے اور ان کی روشنی ختم ہو جائے گی۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿۹﴾	اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے ۔ *5	9. And when the heaven is cleft asunder. *5

*5 When the heaven is rent asunder: when the system and discipline of the heavens under which every star and planet is established and moving in its orbit and everything in the universe is adhering to the bounds set for it, is broken.

5*حکم پکی اور پختہ چیز کو کہتے ہیں۔ "آیاتِ محکمات" سے مراد وہ آیات ہیں، جن کی زبان بالکل صاف ہے، جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے، جن کے الفاظ معنی و مدّعا پر صاف اور صریح دلالت کرتے ہیں، جنھیں تاویلات کا تختۂ مشق بنانے کا موقع مشکل ہی سے کسی کو مل سکتا ہے۔ یہ آیات "کتاب کی اصل بنیاد ہیں"، یعنی قرآن جس غرض کے لیے نازل ہوا ہے، اُس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں۔ اُنھی میں اسلام کی طرف دُنیا کی دعوت دی گئی ہے، اُنھی میں عبرت اور نصیحت کی باتیں فرمائی گئی ہیں، اُنھی میں گمراہیوں کی تردید اور راہِ راست کی توضیح کی گئی ہے۔ اُنھی میں دین کے بنیادی اُصول بیان کیے گئے ہیں۔ اُنھی میں عقائد، عبادات، اخلاق، فرائض اور امر و نہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں۔ پس جو شخص طالبِ حق ہو اور یہ جاننے کے لیے قرآن کی طرف رُجوع کرنا چاہتا ہو کہ وہ کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے، اس کی پیاس بجھانے کے لیے آیات محکمات ہی اصل مرجع ہیں اور فطرتاً انہی پر اس کی توجہ مرکوز ہوگی اور وہ زیادہ تر اُنھی سے فائدہ اُٹھانے میں مشغول رہے گا۔

10. And when the mountains are blown away as dust.	اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں۔	وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ۙ﴿۱۰﴾
11. And when the messengers' time of appointment has come. *6	اور جب رسولوں کی حاضری کا وقت آجائے۔ *6	وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ﴿۱۱﴾

*6 At several places in the Quran it has been stated that when the case of mankind will be presented before Allah on the Day of Resurrection, the Messenger of every nation will be called upon to testify that he had conveyed Allah's messages intact to his people. This will be Allah's first and major argument against the culprits and the wicked people to prove that they were themselves responsible for their wrong attitude and conduct in life, for there had been no negligence on the part of Allah to show guidance and administer warnings . For instance, see Surah Al-Aaraf, Ayats 172, 173 and E.Ns 134, 135; Surah Az-Zumar, Ayat 69 and E.N. 80; Surah Al-Mulk, Ayat 8 and E.N. 14.

*6 قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ میدانِ حشر میں جب نوعِ انسانی کا مقدمہ پیش ہو گا تو ہر قوم کے رسول کو شہادت کے لیے پیش کیا جائے گا تاکہ وہ اِس امر کی گواہی دے کہ اُس نے اللہ کا پیغام اُن لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ یہ گمراہوں اور مجرموں کے خلاف اللہ کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی حجت ہوگی جس سے یہ ثابت کیا جائے گا کہ وہ اپنی غلط روش کے خود ذمہ دار ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن کو خبردار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی تھی۔ مثال کے طور پر حسبِ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں: تفہیم القرآن، جلد دوم۔، الاعراف، آیات ۱۷۲، ۱۷۳۔ حواشی ۱۳۴، ۱۳۵۔ جلد چہارم، الزُمر، آیت ۶۹، حاشیہ ۸۰۔ جلد ششم، الملک، آیت ۸، حاشیہ ۱۴۔

12. For what day was it postponed.	کس دن کے لئے تاخیر کی گئی ہے۔	لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ ﴿۱۲﴾
13. For the Day of Decision.	اسدن کے لئے جو فیصلے کا ہے۔	لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ۚ ﴿۱۳﴾
14. And what do you know what the Day of Decision is.	اور کیا تمہیں خبر کہ کیا ہے دن فیصلے کا۔	وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ ﴿۱۴﴾
15. Woe that Day to the deniers. *7	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلئے۔ *7	وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾

*7 Deniers: those people who took the news of the coming of Resurrection as a lie, and spent their lives in the world under the delusion that the time would never come when they would have to present themselves before their God and render an account of their deeds.

*7 یعنی اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے اُس دن کے آنے کی خبر کو جھوٹ سمجھا اور دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے کہ کبھی وہ وقت نہیں آنا ہے جب اُنہیں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوکر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

16. Did We not destroy the former people. *8	کیا نہیں ہلاک کردیا ہم نے پہلے لوگوں کو۔ *8	اَلَمۡ نُہۡلِکِ الۡاَوَّلِیۡنَ ؕ ﴿۱۶﴾

*8 This is an argument from history for the Hereafter, It means: Consider your own history in the world. Whichever nations denied the Hereafter and took this worldly life to be real life and based their moral attitude on the results appearing here regarding them as the criterion of good and evil, ultimately went to their doom without exception. This

is a proof of the fact that the Hereafter is a reality overlooking and ignoring which causes the same kind of harm to a person which is caused when he chooses to close his eyes to the hard facts of life.” (For further explanation, see E.N. 12 of Yunus, E.N. 86 of An-Naml, E.N. 8 of Ar-Rum, E.N. 25 of Saba).

8* یہ آخرت کے حق میں تاریخی استدلال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خود اِسی دنیا میں اپنی تاریخ کو دیکھ لو۔ جن قوموں نے بھی آخرت کا انکار کر کے اِسی دنیا کو اصل زندگی سمجھا اور اسی دنیا میں ظاہر ہونے والے نتائج کو خیر و شر کا معیار سمجھ کر اپنا اخلاقی رویہ متعین کیا، بلا استثناء وہ سب آخر کار تباہ ہو کر رہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آخرت فی الواقع ایک حقیقت ہے جسے نظر انداز کر کے کام کرنے والا اُسی طرح نقصان اٹھاتا ہے جس طرح ہر اُس شخص کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے جو حقائق سے آنکھیں بند کر کے چلے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، یونس، حاشیہ ١٢۔ جلد سوم، النمل، حاشیہ ٨٦۔ الرّوم، حاشیہ ٨۔ جلد چہارم، سبا، حاشیہ ٢٥)۔

17. Then We follow them up with those of latter. *9	پھر ہم بھیج دیتے ہیں انکے پیچھے بعد والوں کو۔ *9	ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾

*9 That is, this is a permanent law with Us. Just as denial of the Hereafter has proved disastrous for the nations of the past so it will always prove disastrous also for the nations of the future. No nation has been an exception to it before nor will any be so in the future.

9* یعنی یہ ہمارا مستقل قانون ہے۔ آخرت کا انکار جس طرح پہلی گذری ہوئی قوموں کے لئے تباہ کن ثابت ہوا ہے۔ اسی طرح آگے آنیوالی قوموں کے لئے بھی ہمیشہ تباہ کن ثابت ہو گا اس سے نہ کوئی قوم پہلے مستثنیٰ تھی نہ آئندہ کبھی ہو گی۔

18. Thus do We deal with the	ایسا ہی کیا کرتے ہیں ہم مجرموں	كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ

criminals.	کے ساتھ۔	۱۸
19. Woe that Day to the deniers. *10	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلئے۔ *10	وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۱۹

*10 This sentence in the present context means: The fate they have met or will meet in the world, is not their real punishment; their real doom will descend on them on the Day of Decision. The punishment here is only in the nature of a person's being arrested when he commits one crime after the other fearlessly and is not inclined to mend and change his ways. The court where his case is to be decided and he is to be punished for all his misdeeds, will not be established in this world but in the Hereafter, and that indeed will be the real day of his ruin and disaster. (For further explanation, see E.Ns 5, 6 of Surah Al-Aaraf; E.N. 105 of Surah Houd).

10*یہاں فقرہ اس معنی میں ارشاد ہوا ہے کہ دنیا میں اُن کا جو انجام ہوا ہے یا آئندہ ہوگا وہ اُن کی اصل سزا نہیں ہے، بلکہ اصلی تباہی تو اُن پر فیصلے کے دن نازل ہوگی۔ یہاں کی پکڑ تو صرف یہ حیثیت رکھتی ہے کہ جب کوئی شخص مسلسل جرائم کرتا چلا جائے اور کسی طرح اپنی بگڑی ہوئی روش سے باز نہ آئے تو آخر کار اسے گرفتار کر لیا جائے۔ عدالت، جہاں اس کے مقدمے کا فیصلہ ہونا ہے اور اسے اس کے تمام کرتوتوں کی سزا دی جانی ہے، اس دنیا میں قائم نہیں ہوگی بلکہ آخرت میں ہوگی، اور وہی اُس کی تباہی کا اصل دن ہوگا۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، الاعراف، حواشی ۵۔۶۔ ہود، حاشیہ ۱۰۵)۔

20. Did We not create you from a fluid which is worthless.	کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تمکو پانی سے جو حقیر ہے۔	اَلَمۡ نَخۡلُقكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۲۰

21. Then We kept it in a secure place. *11	پھر رکھ دیا اس کو ایک محفوظ جگہ میں۔ *11	فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍۙ﴿۲۱﴾

*11 A secure place: The mother's womb in which the child is so firmly lodged as soon as it has been conceived and where such arrangements are made for its security and nourishment that abortion cannot take place unless there is a disaster, and even for artificial abortion extraordinary devices have to be adopted, which are both risky and harmful in spite of modern developments in medical science.

11*یعنی رحمِ مادر، جس میں استقرارِ حمل ہوتے ہی بچے کو اتنی مضبوطی کے ساتھ جما دیا جاتا ہے اور اتنے انتظامات اس کی حفاظت اور پرورش کے کیے جاتے ہیں کہ کسی شدید حادثے کے بغیر اس کا اسقاط نہیں ہو سکتا، اور مصنوعی اسقاط کے لیے بھی غیر معمولی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں جو فنِّ طب کی جدید ترقیات کے باوجود خطرے اور نقصان سے خالی نہیں ہیں۔

22. For an appointed term. *12	ایک وقت معین تک۔ *12	اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍۙ﴿۲۲﴾

*12 The words *qadar im-malum* do not only mean that the term is appointed and fixed but they also contain the sense that it is known to Allah alone. About child, no one knows by any means how many months, days, hours, minutes and seconds it will remain in the mothers womb and what will be its exact and precise time of birth. Allah alone has fixed a specific term for every child and He alone knows it.

12*اصل الفاظ ہیں قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ اس کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ وہ مدّت مقرّر ہے، بلکہ اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اس کی مدّت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ کسی بچے کے متعلق کسی ذریعہ سے بھی

انسان کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کتنے مہینے، کتنے دن، کتنے گھنٹے اور کتنے منٹ اور سکنڈ ماں کے پیٹ میں رہے گا، اور اس کا ٹھیک وقت ولادت کیا ہو گا۔ اللہ ہی نے ہر بچے کے لیے ایک خاص مدّت مقرر کی ہے اور وہی اس کو جانتا ہے۔

23. Then We did measure, so excellent (are We) to measure. *13	پھر ہم نے اندازہ مقرر کیا سو خوب (ہم ہیں) اندازہ مقرر کرنے والے۔ *13	فَقَدَرۡنَا ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ ﴿۲۳﴾

*13 This is an express argument for the possibility of the life-after-death What is meant to be said is: When We had the power to shape and develop you into a perfect and complete man from an insignificant sperm-drop, how shall We be helpless to re-create you in some other way? Our this creation in consequence of which you exist as a living being, is a proof that We are excellent Possessors of power; We cannot be so helpless as to be unable to re-create you after having created you in the first instance.

*13 یہ حیات بعدِ موت کے امکان کی صریح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم ایک حقیر نطفے سے تمہاری ابتدا کر کے تمہیں پورا انسان بنانے پر قادر تھے، تو آخر دوبارہ تمہیں کسی اور طرح پیدا کر دینے پر کیوں قادر نہ ہوں گے؟ ہماری یہ تخلیق، جس کے نتیجے میں تم آج زندہ موجود ہو، خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں، ایسے عاجز نہیں ہیں کہ ایک دفعہ پیدا کر کے پھر تمہیں پیدا نہ کر سکیں۔

24. Woe that Day to the deniers. *14	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلیئے۔ *14	وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۴﴾

*14 This sentence here gives the meaning that in spite of the

express argument for the possibility of life-after-death, the people who are denying it, may mock it as they may and look down upon its believers as people of antiquated ideas and whims, but when the Day comes which they are denying today, they will themselves know that it is a day of their own ruin and disaster.

*14 یہاں فقرہ اس معنی میں ارشاد ہوا ہے کہ حیات بعدِ موت کے امکان کی یہ صریح دلیل سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی جو لوگ اُس کو جھٹلا رہے ہیں، وہ آج اُس کا جتنا چاہیں مذاق اڑا لیں، اور جس قدر چاہیں اس کے ماننے والوں کو دقیا نوسی، تاریک خیال اور اوہام پرست قرار دیتے رہیں، مگر جب وہ دن آجائے گا جسے یہ جھٹلا رہے ہیں تو انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ ان کے لیے تباہی کا دن ہے۔

25. Have We not made the earth a receptacle.	کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی۔	اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ۙ ﴿۲۵﴾
26. For the living and the dead.	زندوں اور مردوں کو۔	اَحۡيَآءً وَّ اَمۡوَاتًا ۙ ﴿۲۶﴾
27. And We placed in there lofty mountains and gave you to drink sweet water. *15	اور رکھ دیے ہم نے اس میں اونچے اونچے پہاڑ اور پلایا تم کو میٹھا پانی۔ *15	وَّجَعَلۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا ؕ ﴿۲۷﴾

*15 This is yet another argument for the possibility and reasonableness of the Hereafter. It is this very earth which since millions and millions of years has been sustaining and providing for countless different kinds of creatures. Every kind of vegetation and every kind of animal and man are living on it. To meet the requirements of all un-measureable treasures of provisions of different kinds are

coming out of its belly. Then it is on this very earth that countless members of all kinds of creatures die every day, but there exists a wonderful arrangement in that the dead bodies of all creatures are deposited in the same earth, and it again becomes ready for sustaining life and providing home to the new members of every species. This earth has not been shaped like a smooth-surfaced ball either, but here and there on it there have been set high mountains and mountain-ranges, which play an important role in causing the change of seasons and rainfall, the birth of rivers, creation of fertile valleys, growth of trees which supply timber, and provisions of a variety of minerals and stones. Then in the interior of this very earth, sweet water has been stored and on its surface rivers of sweet water have been arranged and also from the saline waters of the sea vapors of pure water are raised and caused to fall as rain from the sky. Is not all this an argument to prove that an All-Powerful Sovereign has created all this and He is not only All-Powerful but All-Knowing and All-Wise as well? Now, if this earth has been thus equipped and provisioned only by His power and wisdom, why should an intelligent man find it difficult to understand that the same Sovereign by His power can wind up this world and create another world on a new pattern, and the demand of His wisdom is that he should create another world after it so that He may call man to account for the deeds he has done in this world?

15* یہ آخرت کے ممکن اور معقول ہونے پر ایک اور دلیل ہے ۔ یہی ایک کرہ زمین ہے جو کروڑوں اور اربوں سالوں سے بے حد و حساب مخلوقات کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہے، ہر قسم کی نباتات، ہر قسم کے

حیوانات اور انسان اس پر جی رہے ہیں، اور سب کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اِس کے پیٹ میں سے طرح طرح کے خزانے نکلتے چلے آرہے ہیں۔ پھر یہی زمین ہے جس پر اِن تمام اقسام کی مخلوقات کے بے شمار افراد روز مرتے ہیں، مگر ایسا بے نظیر انتظام کر دیا گیا ہے کہ سب کے لاشے اِسی زمین میں ٹھکانے لگ جاتے ہیں اور یہ پھر ہر مخلوق کے نئے افراد کے جینے اور بسنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ اِس زمین کو سپاٹ گیند کی طرح بھی بنا کر نہیں رکھ دیا گیا ہے بلکہ اس میں یہ جگہ جگہ پہاڑی سلسلے اور فلک بوس پہاڑ قائم کیے گئے ہیں جن کا موسموں کے تغیرات میں، بارشوں کے برسنے میں، دریاؤں کی پیدائش میں، زرخیز وادیوں کے وجود میں، بڑے بڑے شہتیر فراہم کرنے والے درختوں کے اُگنے میں، قسم قسم کے معدنیات اور طرح طرح کے پتھروں کی فراہمی میں بہت بڑا دخل ہے۔ پھر اس زمین کے پیٹ میں میٹھا پانی پیدا کیا گیا ہے، اِس کی پیٹھ پر بھی میٹھے پانی کی نہریں بہا دی گئی ہیں، اور سمندر کے کھارے پانی سے صاف ستھرے بخارات اٹھا کر بھی نتھرا ہوا پانی آسمان سے برسانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ کیا یہ سب اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایک قادرِ مطلق نے یہ سب کچھ بنایا ہے، اور وہ محض قادر ہی نہیں ہے بلکہ علیم و حکیم بھی ہے؟ اب اگر اس کی قدرت اور حکمت ہی سے یہ زمین اِس سروسامان کے ساتھ اور اِن حکمتوں کے ساتھ بنی ہے تو ایک صاحبِ عقل آدمی کو یہ سمجھنے میں کیوں مشکل پیش آتی ہے کہ اُسکی قدرت اِس دنیا کی بساط لپیٹ کر پھر ایک دوسری دنیا نئے طرز پر بنا سکتی ہے، اور اُس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اِس کے بعد ایک دوسری دنیا بنائے تاکہ انسان سے اُن اعمال کا حساب لے جو اُس نے اِس دنیا میں کیے ہیں؟

28. Woe that Day to the deniers. *16	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلئے۔ *16	وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۲۸

*16 Here, this sentence signifies that the people who deny the coming of the Hereafter and regard it as impossible and irrational in spite of seeing these manifest signs of Allah's power and wisdom, may remain lost in their vain imaginations if they so like. But the day when all this takes place against their expectations, they will realize that they

have earned ruin on account of their own folly.

16*یہاں یہ فقرہ اس معنیٰ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو لوگ خدا کی قدرت اور حکمت کے یہ کرشمے دیکھ کر بھی آخرت کے ممکن اور معقول ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور اس بات کو جھٹلا رہے ہیں کہ خدا اِس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا پیدا کرے گا اور اُس میں انسان سے اُس کے اعمال کا حساب لے گا، وہ اپنی اِس خام خیالی میں مگن رہنا چاہتے ہیں تو رہیں۔ جس روز یہ سب کچھ اُن کی توقعات کے خلاف پیش آجائے گا اس روز اُنہیں پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے یہ حماقت کر کے خود اپنے لیے تباہی مول لی ہے۔

29. Go off *17 to that which you used to deny.	چلو *17 اس چیز کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔	اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ ﴿۲۹﴾

*17 After giving proofs of the coming of the Hereafter, now it is being stated how the deniers will be dealt with when it has actually taken place.

17*اب آخرت کے دلائل دینے کے بعد یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب وہ واقع ہو جائے گی تو وہاں اِن منکرین کا حشر کیا ہو گا۔

30. Go off to the shadow which has three columns. *18	چلو اس سایہ کی طرف جسکی ہیں تین شاخیں۔ *18	اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ ﴿۳۰﴾

*18 Shadow: Shadow of smoke; three columns: Because when a big smoke arises, it is divided into several parts at the top.

18*سایے سے مراد دھوئیں کا سایہ ہے۔ اور تین شاخوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی بہت بڑا دھواں اٹھتا ہے تو اوپر جا کر وہ کئی شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

31. Neither cool shade, nor availing against the flame.	نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ بچانے والا شعلوں سے۔	لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۭ ﴿۳۱﴾

32. Indeed, it throws off sparks (as huge) as castles.	بیشک وہ اڑاتی ہے چنگاریاں (اتنی بڑی) جیسے محل۔	إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۚ ﴿٣٢﴾
33. As if they were camels of yellow color. *19	گویا وہ ہیں اونٹ زرد رنگ کے ۔ *19	كَأَنَّهُ جِمَٰلَتٌ صُفْرٌ ۗ ﴿٣٣﴾

*19 That is, each spark will be like a castle, and when these huge sparks will rise and burst and fly about in all directions it will seem as though they were yellow camels running and jumping about ceaselessly.

*19 یعنی ہر چنگاری ایک قصر جیسی بڑی ہوگی، اور جب یہ بڑی بڑی چنگاریاں اٹھ کر پھٹیں گی اور چاروں طرف اُڑنے لگیں گی تو یوں محسوس ہوگا جیسے زرد رنگ کے اونٹ اُچھل کود کر رہے ہیں۔

34. Woe that Day to the deniers.	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلیئے۔	وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾
35. This is the Day they shall not speak.	یہ ہے وہ دن کہ نہ بول سکیں گے ۔	هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ۙ ﴿٣٥﴾
36. And it will not be permitted for them to offer any excuses. *20	اور نہ اجازت دی جائے گی انکو کہ عذر کر سکیں۔ *20	وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾

*20 This will be their ultimate state at the time they will be entering Hell. Before this in the plain of Resurrection they will be offering all sorts of excuses, blaming others for their errors and proving their own selves to be innocent, abusing their leaders and guides who led them astray; so much so

that some of them will even disown their crimes shamelessly, as has been stated at several places in the Quran. But when their being criminals will have been established by every kind of evidence, and when their own hands and feet and limbs will have borne witness against them to prove their guilt fully, and when after fulfilling all requirements of justice rightly and truly, the sentence will be passed on them, they will be dumbfounded and no room will be left for them to offer any excuse. To refuse an opportunity or permission to offer an excuse, does not mean that judgment will be passed against them without giving them a chance for self defense, but it means that their guilt and crime will be proved to the fullest and they will not be able to offer any excuse after it.

20* یہ اُن کی آخری حالت ہوگی جو جہنم میں داخلہ کے وقت اُن پر طاری ہوگی۔ اُس سے پہلے میدانِ حشر میں تو یہ لوگ بہت کچھ کہیں گے، بہت سی معذرتیں پیش کریں گے، ایک دوسرے پر اپنے قصوروں کا الزام ڈال کر خود بے قصور بننے کی کوشش کریں گے، اپنے گمراہ کرنے والے سرداروں اور پیشواؤں کو گالیاں دیں گے، حتیٰ کہ بعض لوگ پوری ڈِھٹائی کے ساتھ اپنے جرائم کا انکار تک کر گزریں گے، جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے۔ مگر جب تمام شہادتوں سے اُن کا مجرم ہونا پوری طرح ثابت کر دیا جائے گا، اور جب ان کے اپنے ہاتھ پاؤں اور اُن کے اعضاء تک اُن کے خلاف گواہی دے کر ثبوتِ جرم میں کوئی کسر نہ چھوڑیں گے، اور جب بالکل بجا اور برحق طریقے سے عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کر کے انہیں سزا سنادی جائے گی تو وہ دم بخود رہ جائیں گے اور ان کے لیے اپنی معذرت میں کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ عذر پیش کرنے کا موقع نہ دینے یا اس کی اجازت نہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صفائی کا موقع دیے بغیر ان کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جائے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جرم اِس طرح قطعی ناقابلِ انکار حد تک ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ اپنی معذرت میں کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کہتے

ہیں کہ میں نے اُس کو بولنے نہیں دیا، میں نے اس کی زبان بند کردی، اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس پر ایسی حجت تمام کی کہ اُس کے لیے زبان کھولنے یا کچھ بولنے کا کوئی موقع باقی نہ رہا۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۷﴾	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلیۓ۔	37. Woe that Day to the deniers.
هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۚ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۳۸﴾	یہی ہے دن فیصلے کا۔ جمع کیا ہے ہم نے تمکو اور پہلے لوگوں کو۔	38. This is the Day of Decision. We have gathered you and the former people.
فَاِنۡ كَانَ لَـكُمۡ كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ ﴿۳۹﴾	پس اگر تمہارے پاس ہے کوئی چال تو مجھ سے کر چلو۔ *21	39. So, if you have a plan, then plan against Me. *21

*21 That is, in the world you used every kind of deception and trick in self-interest. Now, if you have any trick to escape My punishment, you may use it to defeat Me and My plan.

*21 یعنی دنیا میں تو تم بہت مکاریاں اور چالبازیاں کرتے رہے، اب یہاں کوئی چال چل کر میری پکڑ سے بچ سکتے ہو تو ذرا بچ کر دکھاؤ۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۰﴾	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلیۓ۔	40. Woe that Day to the deniers.
اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ ۙ ﴿۴۱﴾	بیشک پرہیزگار *22 (ہوں گے) سایوں میں اور چشموں میں۔	41. Indeed, the righteous *22 (shall be) amidst shades and springs.

*22 As this world has been used here in contrast to the

deniers; the righteous here implies the people who refrained from denying the Hereafter and accepted it and passed their life in the world with the belief that in the Hereafter they would have to render an account of their word and deed and their conduct and character.

*22 چونکہ یہ لفظ یہاں مُکَذِّبِین (جھٹلانے والوں) کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے اس لیے متقیوں سے مراد اس جگہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کو جھٹلانے سے پرہیز کیا اور اُس کو مان کر دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کی کہ ہمیں آخرت میں اپنے اقوال و افعال اور اپنے اخلاق و کردار کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

42. And fruits from whatever they desire.	اور پھل ایسے جو انکو مرغوب ہوں۔	وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ؕ ﴿۴۲﴾
43. Eat and drink with your heart's content for what you used to do.	کھاؤ اور پیو مزے سے انکے بدلے میں جو عمل تم کرتے رہے تھے۔	كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
44. Indeed, thus We reward the doers of good.	بیشک ایسا ہی ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔	اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾
45. Woe that Day to the deniers. *23	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلئے۔ *23	وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

*23 Here this sentence means that one of their afflictions. as mentioned above, will be that they will be standing as culprits in the plain of Resurrection. Their crimes will have been proved and established openly and they will not be in a position even to open their mouths to put forward a plea in self defense, and shall ultimately become fuel of Hell.

Their other affliction, and by far the worse will be that they will see the same believers enjoying themselves in Paradise, whom they had been opposing and resisting and mocking throughout their lives as foolish, narrow-minded, mean and old fashioned people.

*23 یہاں یہ فقرہ اس معنی میں ارشاد ہوا ہے کہ اُن کے لیے ایک مصیبت تو وہ ہوگی جو اوپر بیان ہو چکی ہے کہ میدانِ حشر میں وہ مجرموں کی حیثیت سے کھڑے ہوں گے، علی الاعلان ان کے جرائم اِس طرح ثابت کر دیے جائیں گے کہ ان کے لیے زبان کھولنے تک کا یارانہ رہے گا، اور آخر کار جہنم کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ دوسری مصیبت بالائے مصیبت یہ ہوگی کہ وہی ایمان لانے والے جن سے اُن کی عمر بھر لڑائی رہی، جنہیں وہ بیوقوف اور تنگ خیال اور رجعت پسند کہتے رہے، جن کا وہ مذاق اُڑاتے رہے اور جنہیں اپنے نزدیک حقیر و ذلیل سمجھتے رہے، انھی کو وہ جنت میں مزے اڑاتے دیکھیں گے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾	کھا لو*24 اور فائدے اٹھا لو تھوڑا *25 بیشک تم ہی مجرم ہو۔	46. Eat*24 and enjoy for a while, *25 indeed, you are criminals.

*24 In conclusion, these words are being addressed not only to the disbelievers of Makkah but to all disbelievers of the world.

*24 اب کلام ختم کرتے ہوئے نہ صرف کفار مکہ کو بلکہ دنیا کے تمام کفار کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے جا رہے ہیں۔

*25 For a while: In their brief life of the world.

*25 یعنی دنیا کی اِس چند روزہ زندگی میں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلئے۔	47. Woe that Day to the deniers.

48. And when it is said to them, bow down (before Allah) they do not bow down. *26	اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ جھکو (اللہ کے آگے) تو نہیں جھکتے۔ *26	وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾

*26 Bowing before Allah: does not only imply worshipping Him but also means believing in the Messenger (peace be upon him) sent by Allah and in the Book revealed by Him and following and obeying His commands.

26*اللہ کے آگے جھکنے سے مراد صرف اس کی عبادت کرنا ہی نہیں ہے ، بلکہ اس کے بھیجے ہوئے رسول اوراس کی نازل کردہ کتاب کو ماننا اوراس کے احکام کی اطاعت کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

49. Woe that Day to the deniers.	خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کیلئے۔	وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾
50. Then in what statement after this will they believe. *27	تو اب کونسی بات پر اس کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔ *27	فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾

*27 That is, the greatest message that could distinguish the truth from falsehood for man and show him right guidance, has been sent down in the shape of the Quran. If a person does not believe even after reading it or hearing it read, what else after this can show him the correct guidance?

27*یعنی جو بڑی سے بڑی چیزانسان کو حق و باطل کا فرق سمجھانے والی اور ہدایت کا راستہ دکھانے والی ہو سکتی تھی وہ قرآن کی صورت میں نازل کر دی گئی ہے۔ اس کو پڑھ کر یا سن کر بھی اگر کوئی شخص ایمان نہیں لاتا تو اس کے بعد پھر اور کیا چیز ایسی ہو سکتی ہے جو اس کو راہِ راست پر لا سکے ؟